باسمہ تعالیٰ سبحانہ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

میثاقِ مدینہ

سیاستِ نبوی کا مثالی شاہکار

ہادیٔ آخر و اعظم، سیدِ عرب و عجم، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ولادت سے بعثت اور بعثت سے رحلت تک بے شمار سیاسی واقعات کا مرقع ہے۔

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور اس کے بعد تاریخی ہستیوں، مدبروں اور مقتدر مذہبی راہنماؤں کا یہ خیال تھا کہ سردارِ قریش جناب عبدالمطلب کے خانوادے میں دنیا کی اقوام کا واحد سردار پیدا ہوگا تو آپؐ کی ولادت سے قبل سیاست وقیادت کے عالمی مراکز قیصر و کسریٰ کی سپر پاورز کے زوال کے تاریخی اظہار کی صورت اور خود آپؐ کی ولادت کے بعد یہ خیال تاریخی حقیقت بن کر سامنے آیا۔

علامہ سہیلیؒ (ابوالقاسم، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، م ۵۸۱ھ) ''روض الانف'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہ پہلے دن ہی آنے والے واقعات کی روشنی کو دیکھ کر محسوس کر چکی تھیں، یہ روشنی آنے والے دور کی حکومت تھی اور مستقبل کی فتوحات کا نظارہ۔(۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست و قائدانہ بصیرت کے اس اعجاز کی بدولت دنیا کی سیاسی تاریخ پر وہ عالم گیر انقلاب رونما ہوا جس کے اثرات آج بھی دنیا کے نقشے پر دیکھے اور محسوس کیے جاسکتے ہیں، یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف تاریخِ عالم کے منصف مزاج اور

حقیقت پسند غیر مسلم دانشوروں اور مورخین کو بھی ہے۔

شہرۂ آفاق امریکی مصنف مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H.Hart) اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے!

> My choice of Muhammad to lead the list of the world`s most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels. Of humble origins, Muhmmad founded and promulgated one of the world, great religions, and became immensely effective political leader. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still powerful and pervasive.(۲)

> دنیا کی سب سے زیادہ ذی اثر شخصیات میں سے محمدؐ کا میرا سرفہرست انتخاب، کچھ قارئین کو حیران کر دے اور ممکن ہے بعض حلقوں کی طرف سے اس پر اعتراض کیا جائے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ محمدؐ ہی تاریخ کی وہ واحد شخصیت ہیں جنھوں نے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی، دینی اور دنیاوی، دونوں سطحوں پر، ایک انتہائی متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والے محمدؐ نے نہ صرف دنیا کے ایک عظیم مذہب کی بنیاد رکھی بلکہ اس کی اشاعت بھی کی، وہ انتہائی مؤثر سیاسی راہنما بن گئے۔ ان کی وفات کے تیرہ صدیوں بعد ان کا (سیاسی) اثر آج بھی پائیدار، غالب اور جاری وساری ہے۔

اس میں ذرا بھی شک اور تردد نہیں کہ سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر تھے اور یہی آپ کی شخصیت کا امتیاز اور واضح حقیقت ہے، لیکن یہ حقیقت بھی ہر قسم کے شک و

شبہہ سے بالاتر ہے کہ آپ ﷺ حکومت اور امور مملکت و سیاست الٰہیہ میں ایک بالادست حکومت (اقتدار اعلیٰ، مقتدر اعلیٰ) کے نائب تھے، آپ ﷺ نے دنیا کو سبق دیا کہ حکومت اور مذہب دونوں ایک معتدل اور متوازن نظام سے تعلق رکھتے ہیں۔ حکومت کا مطمح نظر مذہب اور غلبہ و ترویج دین ہے اور مذہب کی حقیقت حکومت ہے۔ اس اعتبار سے آپ کا دور حکومت سیاسی فرائض اور تصورات کے لحاظ سے بھی انتہائی بے مثال تھا۔ جس قدر پیغمبر کی حیثیت سے عدیم المثال، بےنظیر اور سر بسر اعجاز۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ابتدائی واقعات میں ایک اہم اور قابل ذکر واقعہ آپ ﷺ کے عہد طفولیت کا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خاندانی بزرگوں سے محروم ہونے کے بعد اپنے مربی اور شفیق چچا جناب ابو طالب کے ہمراہ ملک شام کے سفر میں بصریٰ (پایہ تخت شام) کے قریب پہنچے تو مشہور عیسائی راہب بحیرا سے ملاقات ہوئی، اس وقت عمر مبارک بروایات مختلفہ ۹ یا ۱۲ سال تھی، اس موقع پر بحیرا راہب آپ ﷺ کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر جو پہلا کلمہ زبان سے ادا کرتا ہے وہ آپ ﷺ کی مستقبل کی سیاسی زندگی، بے مثال حکمرانی، عظیم فتوحات اور آپ ﷺ کے حقیقی مقصد بعثت غلبۂ دین اور خاتم النبیین ہونے کا واضح اشارہ ہے۔ بحیرا نے کہا!

> هٰذا سيّد العالمين، هٰذا رسول ربّ العالمين، يبعثه الله رحمة للعالمين- (۳)
>
> یہ تمام دنیا کا (سیاسی) سردار ہے، یہ ساری دنیا کے پروردگار کا نمائندہ اور رسول ہے۔ یہ ساری دنیا کے لئے رحمت ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی کا آغاز

ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی کا باقاعدہ آغاز تاریخی معاہدہ "حلف الفضول" (۳۷ قبل ہجری/ ۵۸۶ء) سے ہوا۔ اس تاریخی معاہدے کی مرکزی دفعہ یہ تھی کہ کوئی عرب مظلوم کے مقابلے میں ظالم کی حمایت نہیں کرے گا۔ (۴)

اس تاریخی معاہدے کو سرزمین عرب بالخصوص مکے کی ریاست میں عرب تاریخ میں پہلی مرتبہ قیام امن، بنیادی انسانی حقوق اور مظلوموں کی دادرسی کا تاریخ ساز معاہدہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخی معاہدۂ عدل وانصاف میں مؤثر اور بھرپور کردار ادا کیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ قدر شناس میں اس معاہدے کی اہمیت اور قدر و منزلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا!

> اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی اس معاہدے کے لئے کوئی بلائے تو میں شرکت کے لئے تیار ہوں۔(۵)

انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کی تحریک اور کوششوں کی بدولت بنوہاشم، بنوعبدالمطلب، بنواسد بن عبدالعزیٰ، بنوزہرہ، بنوکلاب اور بنوتیم بن مرہ عبداللہ بن جدعان کے گھر جو اپنی قوم کے سردار تھے، جمع ہوئے اور معاہدۂ ''حلف الفضول'' طے پایا۔(۶)

اس سیاسی معاہدۂ ''حلف الفضول'' کی اہم دفعات درج ذیل تھیں!

﴿۱﴾ ...... مکے سے بدامنی دور کی جائے گی۔

﴿۲﴾ ...... مسافروں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔

﴿۳﴾ ...... مظلوموں کی امداد کی جائے گی خواہ وہ مکے کے باشندے ہوں یا اجنبی۔

﴿۴﴾ ...... زبردست کو زیردست پر ظلم وزیادتی سے روکا جائے گا۔(۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حکمت وبصیرت اور تدبر وامن پسندی کی بدولت یہ معاہدہ طے پایا۔ رسول اکرم ﷺ اس انجمن کے رکن اعلیٰ تھے، اس کی بدولت کمزوروں اور مظلوموں کو بڑی حد تک امن وامان نصیب ہوگیا، اپنے قیام کے پہلے ہی سال اسے اتنا رعب و داب اور سیاسی اثر حاصل ہوگیا کہ اس کی طرف سے کسی معاملے میں مداخلت کا اشارہ ہی زبردستوں کی بے آئینی روکنے اور زیردستوں کے نقصانات کی تلافی کرانے کے لئے کافی ہوتا تھا۔ یہ انجمن تاریخ اسلام کی پہلی نصف صدی کے اختتام تک پوری قوت اور سیاسی اثر کے ساتھ قائم رہی۔(۸)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں!

> اس معاہدے کی اہمیت اس سے بہت زیادہ ہے جو آپؐ کے سیرت نگار اور مؤرخ اسے دیتے ہیں، پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ اسے بجا طور سے غیر معمولی اہم سمجھتے تھے ...... یہ آپؐ کے دردآشنا دل کی آواز تھی۔ آپؐ خدمت خلق کو مقصد زندگی سمجھتے تھے، اس اعتبار سے ''حلف الفضول'' میں شرکت آپؐ کی قومی زندگی کا اوّلین سنگ میل ہے۔(۹)

معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری اس معاہدے کی سیاسی، تاریخی اور آئینی اہمیت وافادیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

> انگلستان میں ''نائٹ ھڈ'' کا آرڈر جس کے ممبران قریباً یہی اقرار کیا کرتے تھے، اس معاہدے کے صدیوں بعد ہوا۔(۱۰)

معاہدۂ حلف الفضول کی اہمیت اور سیاسی اثر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نوجوانی کے عالم میں بھی آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت میں قوت فیصلہ کا جوہر موجود تھا اور یہ واقعہ آپ ﷺ کی سیاسی زندگی اور قائدانہ صلاحیت کے اثرات کے اظہار کے لئے ایسا نشان راہ تھا جو منزل کے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالے سے ''حلف الفضول'' کی اہمیت یہ بھی ہے کہ اس مستند تاریخی ریکارڈ سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں!

۱۔ یہ کہ آپ ؐ کا دل عنفوان شباب میں غم انسانیت سے معمور تھا اور مظلوم انسانوں کی مدد اور ان کے حقوق کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے اور ہر قسم کے امتحان سے گزرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ نیز ان میں اپنی زندگی کی غایت مضمر دیکھتے تھے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ آپؐ کے دل میں ظلم کا استیصال کرنے اور مظلوم انسانیت کو ظالم لوگوں اور استحصالی قوتوں کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلانے کی تڑپ تھی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ آپؐ مساوات پر یقین رکھتے تھے۔(۱۱)

تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں سیدنا

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاسی کردار ہر اعتبار سے ایک مثال تھا۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کی زندگی اجتماعی تمدن کے واجبات کا نمونہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پوری قوم نے آپ کو "امین" کا خطاب دیا اور اسی بنیاد پر عرب کی شریف ترین خاتون سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے تجارتی اور اقتصادی معاملات میں آپ ﷺ پر اعتماد کیا اور بعد ازاں "اُمّ المؤمنین" کے منصب پر فائز ہوئیں۔

آپ ﷺ کی ۳۵ سال کی عمر تھی کہ قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے موقع پر حجرِ اسود کو رکھنے اور قبائلی نزاعی حقوق کے فیصلے کے لئے آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت، معاملہ فہمی، اور قائدانہ صلاحیتوں کا برملا اعتراف کرتے ہوئے آپ ﷺ کو اپنا منصف مقرر کیا، آپ ﷺ نے حجرِ اسود کو چادر میں رکھ کر قبائل کے نمائندوں سے بلند کرایا اور اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا، اس سیاسی قوت فیصلہ سے ایک لمحے میں قبائل کا اختلاف مٹ گیا اور ایک ہمہ گیر جنگ شروع ہونے سے پہلے ختم ہوگئی۔ (۱۴)

اعلانِ نبوت

غلبۂ دین اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا آغاز

پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن اور جوانی کے ۴۰ سال مکے میں بسر کئے، بنو ہاشم آپ ﷺ پر فخر کیا کرتے تھے، علمائے کلیسا، احبارِ یہود، موحدینِ جاہلیت اپنی جگہ مطمئن تھے کہ وہ ہستی پیدا ہوگئی جس کی بشارت تورات و انجیل نے دی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴۰ سال کے بعد خدا کا حکم پایا "آج سے جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل کی جائے" ایک بالادست اور مسلمہ طاقت کے اس فرمان سے پہلی مرتبہ ظاہر ہوا کہ ہر اجتماعی تنظیم کے لئے ایک کامل اور مکمل انسان کی ضرورت ہے، ہر اجتماع سے پہلے ایک فرد کا ہونا ضروری ہے، جب یہ فرد اپنے تمام اوصاف کمال کے ساتھ ظاہر ہوگیا تو دنیا پر قدرت کا منشاء کھل گیا۔ یہ منشاء کیا تھا...... تمام خرابیوں کا خاتمہ، تمام محاسن کا ظہور، انسانیت عامہ کے منتشر

اور فاسد عناصر کا اختتام اور خدائے واحد کی حکومت کے لئے ایک عظیم الشان سوسائٹی کی تشکیل، جو دنیا کی روحانی اور مادی طاقتوں کی ترکیب سے ایک ایسا فطری نظام حکومت بروئے کار لاسکے جس کا مطمح نظر انسانیت ہو اور اس اقتدار بالادست (مقتدر اعلیٰ) کی وفاداری جس کو دنیا کے کروڑوں انسان کسی نہ کسی شکل سے تسلیم کرتے ہیں۔

پیغمبر اعظم ﷺ نے منصب عظمیٰ کو قبول کرنے کے بعد اللہ کے حکم پر عمل شروع کر دیا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں !حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منصب سنبھالا، ذمہ داریوں کے خداداد احساس نے یہ ظاہر کر دیا کہ معاہدۂ ربانی کے مطابق ایک ایسی ہستی دنیا کی جولان گاہ میں آ چکی ہے جو دنیا جہان کے لئے رحمت ہی رحمت ہے اور جو انسانیت عامہ کی اجتماعی شیرازہ بندی کے لئے بشارت ہے، ہر فرد کو اس کا ساتھ دینا چاہئے، اس کو ماننا چاہئے، اس کی فوج کا سپاہی بننا چاہئے، اس کی ذمہ داری زبردست ہے، اس کا کام قوت اور عزیمت پر مبنی ہے، اس کے ساتھ خداداد اقتدار اور عظمت و کرامت ہے۔

ہر اجتماعی کام کے لئے ایک اجتماعی مرکز درکار ہے، اس لئے ساری دنیا کے راہنما نے ساری دنیا کو امن و سلامتی کے پایہ تخت میں کھڑے ہو کر جمع کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کی بنیاد شہنشاہیت، دستوریت اور جمہوریت کی جگہ انسانیت پر رکھی، آپ ﷺ کے پیغام اور خطاب میں عمومیت تھی اور مقصد میں انسانی رجحان کارفرما تھا۔(۱۴)

مدینۃُ النبی ﷺ میں نورِ اسلام

رسولِ اکرم ﷺ اور اہلِ مدینہ کے تعلقات کا نقطہ آغاز

اعلان نبوت کے بعد مشرکین مکہ کی تمام تر مخالفت اور عداوت کے اظہار میں حد درجہ مخالفت اور مظالم کے عملی اظہار کے باوجود ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دین متین کی دعوت و تبلیغ میں ہمہ وقت مصروف عمل رہے۔ نا مساعد حالات پیش آتے رہے۔ لیکن آپ ﷺ دعوت دین و توحید

کا کام کرتے رہے۔ آپ میلوں اور موسمی بازاروں مثلاً سُوق عکاظ، سوق ذوالمجاز و مجنۃ میں تشریف لے جاتے اور بندگانِ خدا کو تحریک اسلام میں شمولیت کی دعوت دیتے۔ حج کے موقع پر آپ ﷺ مکہ کے باہر یا منیٰ میں زائرین سے رابطہ قائم کرتے اور انہیں دعوت اسلام دیتے، ساتھ ہی انہیں امن وسلامتی کی آزادو خوش حال زندگی، قوت وصولت اور عظیم الشان سلطنت اور قیادت اقوام کا مژدہ سناتے، انہیں قدرت کے قانون مکافاتِ عمل سے ڈراتے اور جنت کی ابدی زندگی کی خوش خبری سناتے، وہ سنتے، متاثر بھی ہوتے لیکن شرک وبت پرستی کی دیرینہ روایات کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عرب بڑے متشدد قسم کے روایت پرست تھے، ان کے قبائلی نظام میں رئیس قبیلہ کی بات قولِ فیصل اور اس کا حکم حرفِ آخر ہوتا تھا اور اس سے انحراف کا تصور محال تھا اس دور کی سیاسی زندگی میں اطاعت شعاری ہی ان کی بقا کی ضامن سمجھی جاتی تھی۔ (۱۴)

درد وغم اور رنج والم کی تاریک رات اب سحر آشنا ہونے والی ہے، اسلام اور اس کے ماننے والوں کی بے کسی اور بے بسی کی مدت اب اختتام پزیر ہوا چاہتی ہے، اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب بندے اور جلیل القدر رسول کے ساتھ فتح ونصرت کے جو وعدے کئے تھے وہ پورے کئے جائیں، اسلام کی عظمت کا پھریرا اب اس شان سے لہرایا جانے والا ہے کہ کوئی آندھی، کوئی طوفان اس کو سرنگوں نہ کرسکے۔ اسلام کے علم برداروں کا آفتاب اقبال اب طلوع ہونے والا ہے تا کہ ظلمت کدۂ عالم کا گوشہ گوشہ نورِ توحید سے دمک اٹھے، اہل مکہ کے بخت خفتہ کو بیدار کرنے کے لئے ہادیٔ انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال کا طویل عرصہ رات دن ان تھک کوشش فرمائی لیکن گنتی کے چند خوش نصیبوں کے علاوہ کسی کو توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ اپنے ہادیٔ برحق کی پرخلوص دعوت کو قبول کرلیں۔

ایام حج میں عرب کے اکثر قبائل مکہ مکرمہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے، نبی رحمت ان مواقع پر ہر قبیلے کی خیمہ گاہوں میں جا جا کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو بھی نورِ حق نظر نہ آیا۔ جب سالہا سال کی جاں گداز محنت کے باوجود مکہ اور اس کے گرد ونواح میں آباد قبائل میں حق قبول کرنے کے آثار کہیں دکھائی نہیں دیئے تو

اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت نے ایک دورافتادہ شہر کے قبیلوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کردیا، انہوں نے بصد شوق اس دعوت کے داعی کے ارشادات کو سنا اور دل وجان سے انہیں قبول بھی کرلیا۔ یہ دو قبائل بنی اوس اور بنی خزرج کے نام سے موسوم تھے، جو آگے چل کر انصار اللہ وانصار رسولہ کے معزز لقب سے ملقب ہوئے، انہوں نے بڑے خلوص اور مردانگی سے اس دین حنیف کی تائید ونصرت کا حق ادا کردیا، جس سے صرف جزیرۂ عرب کی قسمت ہی نہیں بلکہ کاروان انسانیت کو اپنا کھویا ہوا مقام رفیع مل گیا۔(۱۵)

تحریکِ اسلام کا آغاز مکہ معظّمہ میں ہوا، لیکن اس کے ملجا ومستقر بننے کا شرف چونکہ مدینہ طیبہ، مدینۃ النبی ﷺ کا مقدر تھا، آپؐ نے اپنی توجہ زیادہ سے زیادہ یثرب کی طرف کردی، قریش کی مخالفت وعداوت اور ایذاء رسانی کے باوجود آپ ﷺ ان سے مایوس نہ ہوئے، البتہ آپ کی فکر رسا اور بصیرت اس نتیجے پر پہنچ گئی تھی کہ اہل مکہ اور اس کے گردونواح کے قبائل میں نورِ اسلام کی کرنیں پہنچنے میں ابھی مزید وقت درکار ہے۔ لہٰذا یثرب کے مشرک قبائل میں تبلیغی سرگرمیاں تیز کردینی چاہئیں اور مدینے کو اسلام کا ملجا ومستقر بنانے کے لئے کام کرنا چاہئے۔

تاریخ نے بعد میں ثابت کردیا کہ آپ ﷺ کی فکر ونظر کا ہدف ٹھیک اور صائب تھا، چنانچہ آپ ان لوگوں کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے، جو یثرب سے حج، عمرہ وغیرہ کی غرض سے آتے تھے۔

نبوت کے گیارہویں سال حج کے موسم میں قبیلہ خزرج کے چھ افراد پیش ہوئے اور ہادیٔ اخر واعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر ایمان لے آئے۔ قبیلہ خزرج کے نور اسلام سے منور ہونے والے مقدس افراد حسب ذیل ہیں!

﴿۱﴾ اسعد بن زرارہؓ، ﴿۲﴾ عوف بن الحارثؓ، ﴿۳﴾ رافع بن عجلانؓ، ﴿۴﴾ قطبہ بن عامرؓ، ﴿۵﴾ عقبہ بن عامرؓ ﴿۶﴾ جابر بن عبداللہ بن ربابؓ، جبکہ بعض سیرت نگاروں نے حضرت جابر بن عبداللہ کے بجائے عبادہ بن صامتؓ کا نام ذکر کیا ہے۔(۱۶)

نبوت کے بارہویں سال بارہ اشخاص خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، یثرب سے حاضر خدمت ہونے والے افراد میں پانچ تو انہی چھ میں سے تھے اور سات ان کے سوا تھے، جن

کے نام حسب ذیل ہیں!

﴿۱﴾ اسعد بن زرارہؓ، ﴿۲﴾ عوف بن الحارثؓ، ﴿۳﴾ رافع بن مالکؓ، ﴿۴﴾ قطبہ بن عامرؓ، ﴿۵﴾ عقبہ بن عامرؓ، ﴿۶﴾ معاذ بن الحارثؓ، ﴿۷﴾ ذکوان بن عبدقیسؓ، ﴿۸﴾ عبادہ بن صامتؓ، ﴿۹﴾ ابوالہیثم مالک بن تیہانؓ، ﴿۱۰﴾ عویم بن ساعدہؓ، ﴿۱۱﴾ یزید بن ثعلبہؓ، ﴿۱۲﴾ عباس بن عبادہ بن نضلہؓ۔(۱۷)

ان حضرات کے قبول اسلام سے اسلامی قوت کا رتبہ بلند ہوگیا، اوس اور خزرج کے قبائل کے سرکردہ افراد کے دائرہ اسلام میں شامل ہونے سے نوراسلام کی کرنیں مدینہ منورہ میں پہنچ گئیں۔

نبوت کے تیرہویں سال قبیلہ اوس اورخزرج کے ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں (۱۸) قافلۂ یثرب کے ساتھ مکے پہنچے، یہ مسلمان اپنے قبائل کے مشورے سے آپ ﷺ سے بیعت ہونے اور آپ ﷺ کو مدینے آنے کی دعوت دینے آئے تھے، تہائی رات گزرنے کے بعد ان سے وہ تاریخ ساز معاہدہ طے پایا جسے ''معاہدہ عقبہ ثانی ۱۲ نبوی'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

معاہدے میں طے پایا کہ!......

﴿ا﴾...... ہم عہد کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی حفاظت کریں گے، جیسی اپنی اہل وعیال کی کرتے ہیں۔

﴿ب﴾...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان دلاتے ہیں کہ جو تمہارا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے، جو تمارا حلیف ہے وہ میرا بھی حلیف ہے، تمہاری ذمہ داری میری ذمہ داری ہے، میری ذمہ داری تمہاری ذمہ داری ہے، تمہاری عزت میری عزت ہے، میری عزت تمہاری عزت ہے۔(۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات خارجہ کا یہی وہ مرحلہ ہے جو اسلام کے خارجی تعلقات کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ یہاں اس امر کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ یہ معاہدہ اس وقت عمل میں آیا جب اہلِ مدینہ نے ان اساسی مقاصد کو تسلیم کرلیا جن پر ایمان لانا دنیا کی وحدت اور قیام امن کے لئے ضروری تھا۔ چنانچہ اس معاہدے نے مدینے کو اسلام کی عالمگیر سلطنت کا دارالخلافہ

بنا دیا۔

''بیعت عقبہ ثانیہ'' کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ مدینہ کے درمیان جس انداز و پیمانے پر سیاسی رابطہ استوار ہوا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کو مکمل سمع و طاعت کے ساتھ جس طرح قبول کیا اس کے بعد تو فی الواقع ضرورت اس امر کی رہ گئی تھی کہ کوئی قطعہ اراضی زیر اثر آ جائے جس میں کوئی اور سیاسی اقتدار کارفرما نہ ہو تو معاً ایک ریاست روبہ عمل آ سکتی ہے۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد ایک طرف تو مسلمانوں کی جماعت کو عقد مواخاۃ کے ذریعہ ایک منظم معاشرہ کی شکل دے دی گئی اور دوسری طرف ایک سرزمین بھی حاصل ہو گئی جہاں نیراج کی وجہ سے کوئی باقاعدہ سیاسی اقتدار موجود نہ تھا، گویا ریاست کے کل عناصر ولوازم میسر آ گئے۔ (۴۰)

ہجرتِ نبوی ﷺ

رسولِ اکرم ﷺ کی قیادت و سیادت کا نقطہ آغاز

اعلانِ نبوت، دعوت توحید اور دین اسلام کی روز افزوں ترویج و اشاعت کے بعد مشرکین مکہ نے مقاومت کا فیصلہ کیا۔ دین متین، انسانیت اور اصلاح وترقی کے دشمنوں نے بارہ سرداروں کی کمیٹی قائم کی۔ رسول خدا ؐ کو دیوانہ، ساحر، شاعر قرار دیا گیا، صحابہ کرام ؓ پر اذیتوں کے پہاڑ توڑے گئے، ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی اسکیم بنائی گئی۔

اس نازک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ فراست نے ہجرت کو ایک نو ایجاد سیاسی اصول کی حیثیت سے پیش کیا، جس کی پیروی میں حبش، طائف اور مدینے کی ہجرت کی صورت عمل میں آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی طاقت اور قوت فیصلہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ناکامی کے تمام تصورات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، مشکل سے مشکل مواقع

پیش آئے مگر آپ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ!......

﴿۱﴾......اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے، تب بھی میں تبلیغ دین اور دعوت توحید سے دست بردار نہیں ہوں گا۔(۲۱)

﴿۲﴾......یہ ناممکن ہے کہ میں وہ بات نہ کہوں جوان باتوں سے اچھی ہے جواب تک زبانوں پر آچکی ہیں اور میں وہ نعرہ بلند نہ کروں جس سے عرب اور عرب کے علاوہ ساری دنیا ایک مرکز اور ایک حکومت کے ماتحت آ جائیں گے۔

آپ ﷺ نے ترک وطن کے اصول کو قبول کیا، لیکن اصل مقصد سے ایک انچ ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ یہ ہجرت ہی تھی جس سے سیاسی توسیع کے نئے ذرائع ہاتھ آئے اور اسلامی تحریک محدود وطنی ماحول سے نکل کر ساری دنیا میں پہنچنے کے قابل ہوگئی۔(۲۲)

میثاق مدینہ

اور سیاستِ نبوی ﷺ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سامنے دو راہیں تھیں......

﴿۱﴾...... عصری تقاضوں کے مطابق آپ ﷺ مذہب کی بنیاد پر ایک سیاسی اتحاد کی بنیاد ڈالتے، لیکن اس صورت میں یہودیوں کو اس اتحاد سے باہر رکھنا پڑتا اور مسلم معاشرے میں انہیں ثانوی حیثیت حاصل ہوتی۔

﴿۲﴾...... دوسرے یہ کہ آپ ﷺ انصار اور مہاجرین پر مشتمل جنہوں نے آپ ﷺ کی قیادت قبول کرلی تھی، ایک الگ سیاسی گروہ کی تنظیم کرتے۔ لیکن آپ نے اس قسم کا کوئی علیحدہ گروہ بنانے کا فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ ایسی پرامن جماعت وجود میں لانے کا

فیصلہ کیا۔ جس کے ارکان کے بارے میں یقین کیا جاسکے کہ وہ باہم جنگ نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اختلافات کو بھی پرامن طریقے سے حل کرنے کی کوشش کیا کریں گے، آپ ﷺ کے اس ارادے کے نتیجے میں وہ دستاویز وجود میں آئی جسے صحیفہ (میثاق مدینہ) کا نام دیا جاتا ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری ''میثاقِ مدینہ'' کی اہمیت وافادیت اور جزیرہ نمائے عرب کے تناظر میں عہد نبوی ﷺ کے عرب معاشرے پر اس کے سیاسی اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

> اس معاہدے پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہوگئے، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ گردونواح کے قبائل کو بھی اس معاہدے میں شامل کرلیا جائے، جس کے دو فائدے آپؐ کے زیر نظر تھے......

۱۔ جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین کو رنگین کرتی رہتی تھی۔ اس کا انسداد ہو جائے۔

۲۔ قریش ان لوگوں کو (یہود مدینہ و دیگر باشندگان) جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کرسکیں گے۔ (۴۳)

ریاستِ مدینہ کے قیام میں ''میثاقِ مدینہ'' کا کردار

میثاق مدینہ کے سرسری مطالعے سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ اس پر ہجرت کے بعد یثرب میں آئے ہوئے قریشی مہاجرین، انصار کے مختلف قبائل اور یہودیوں نے دستخط کئے تھے۔ امن وامان کو برقرار رکھنے کے لئے صحیفہ (میثاق مدینہ) میں دو باتوں پر زور دیا گیا تھا۔

۱۔ غیر جانبدار عدلیہ کے ذریعے انفرادی حقوق کا تحفظ اور

۲۔ قانون کی نظر میں ہر فرد کی یکساں حیثیت۔ (۴۴)

''میثاق مدینہ'' اسلام کے صیغۂ خارجہ کا پہلا معاہدہ ہے جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد کی تکمیل میں زبردست مدد ملی۔

معروف محقق اور سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ ''میثاقِ مدینہ'' دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔(۲۵)

موصوف نے اس تاریخی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے انگریزی میں ایک کتاب! "The First Written Constitution InThe World" کے نام سے لکھی جو ۱۹۷۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

موصوف ''عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی'' میں لکھتے ہیں!

> عام قواعد وقوانین ملک کم و بیش تحریری صورت میں ہر جگہ ملتے ہیں، دستور مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریری صورت میں لایا جانا اس کی نظیر باوجود بڑی تلاش کے مجھے عہدِ نبوی ﷺ سے پہلے نہیں مل سکی۔ یہ اس زمانے کی قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا انمول نمونہ ہے۔(۲۶)
>
> جملہ دستاویز میثاق مدینہ میں ۵۲ دفعات ہیں، پہلی ۲۳ دفعات انصار و مہاجرین کے متعلق قواعد پر مشتمل ہیں اور بقیہ حصہ یہودی قبائل کے حقوق و فرائض سے بحث کرتا ہے۔ ان دونوں میں ایک جملہ دہرایا گیا ہے کہ آخری عدالت، مرافعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہوگی۔(۲۷)

میثاقِ مدینہ......سیاستِ نبوی ﷺ کا شاہکار

''میثاق مدینہ'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کا مثالی شاہ کار ہونے کے ساتھ ساتھ رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور عدل وانصاف کے ہر جوہر سے مزین ہے۔ یہ وہ تاریخی معاہدہ ہے جس کی بدولت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرے میں قائم فرمایا جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے عقیدہ ومذہب پر فلسفۂ عدل وانصاف کی بناء پر آزادی اور حصول انصاف کا حق حاصل ہوا۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت اور عملیت پر آپ گواہ ہیں۔

امن وسلامتی، حریت اور عدل وانصاف کا ہر جو ہر اس میں موجود ہے۔

مدینہ منورہ میں ریاست کا قیام باقاعدہ آئین کے ذریعہ کیا گیا، یہ آئین ''میثاق مدینہ'' کے نام سے معروف ہے، حالانکہ اس کی حیثیت ایک آئینی حکم نامے "Constitutional Charter" کی سی ہے۔لیکن چونکہ آئین ایک طرح کا عہدنامہ ہوتا ہے جو ایک طرف حکومت اور دوسری طرف افراد کے حقوق وفرائض کی حدود متعین کرتا ہے، اسی بناء پر ''میثاق مدینہ'' کو معاہدات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔چنانچہ عہدِنبویؐ کے معاہدات میں اولیت اسی دستاویز کو دی جاتی ہے۔

دوسرا اہم نکتہ جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ دستاویز صرف مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات ہی کا احاطہ نہیں کرتی، بلکہ اس کی مخاطب پوری مدنی آبادی (مسلم،مشرک، یہودی) تھی۔ اس کا عنوان تھا!

''یہ دستاویز محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہے''۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ دستاویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی، اس کے اندر جو فرائض اور حقوق درج تھے، آپ ﷺ کی طرف سے آئین کی صورت میں عطا کئے گئے تھے۔

دوم یہ کہ اس کے دو فریق تھے۔﴿۱﴾ پہلا فریق اہلِ اسلام، ﴿۲﴾ دوسرا فریق ہر اس شخص یا ہر اس قبیلے پر مشتمل تھا جو آزادانہ طور پر اپنی آزادی فریق اول کے حوالے کرنے کا خواہش مند ہو۔

سوم یہ کہ یہ آزادی مکمل طور پر فریق اول کے رحم وکرم پر چھوڑی جا رہی تھی، اس لئے کہ دوسرا فریق تین باتوں کو قبول کرتا تھا! ایک یہ کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے چلے گا۔دوم یہ کہ ان کی جماعت کا فرد بن کر رہے گا۔اور سوم یہ کہ جب قتال کی ضرورت ہوگی تو مسلمانوں کے شانہ بشانہ جنگ میں شریک ہوگا۔(۴۸)

میثاقِ مدینہ کی اہم دفعات اور مبادیات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت، قائدانہ فہم وفراست اور حکمت وتدبر کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والی تاریخ ساز دستاویز "میثاق مدینہ" کی اہم دفعات اور مبادیات درج ذیل ہیں۔(۲۹)

﴿۱﴾ امت مسلمہ کی وحدت بلاتفریق۔

﴿۲﴾ ابنائے امت میں حقوق وفرائض میں مساوات۔

﴿۳﴾ ماسوائے ظلم و زیادتی اور گناہ کے کاموں کے دیگر امور میں ابنائے امت کا باہمی تعاون۔

﴿۴﴾ دشمنوں کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں امت کا اشتراک۔

﴿۵﴾ ہیئت انتظامیہ کی بہترین تنظیم جو راستی اور استقامت پر مبنی ہو۔

﴿۶﴾ مملکت اور اس کے نظام کے برخلاف خروج کرنے والوں کو بے نقاب کرنا اور ان کی امداد سے باز رہنا۔

﴿۷﴾ جو لوگ اہلِ اسلام کے ساتھ مصالحت وتعاون سے رہنا چاہیں، ان کی حمایت کرنا اور ان کے حقوق پر دست اندازی نہ کرنا۔

﴿۸﴾ غیر مسلموں کے لئے ان کا دین اور اموال ہیں، انہیں دین اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے اموال زبردستی حاصل کئے جائیں گے۔

﴿۹﴾ مملکت کے اخراجات برداشت کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے غیر مسلم حلیف بھی حصہ دار رہوں گے۔

﴿۱۰﴾ غیر مسلم حلیفوں پر واجب ہوگا کہ جب تک مملکت کو حالت جنگ درپیش ہو، وہ مسلمانوں کے ساتھ ملکر جنگ کے مصارف اٹھائیں۔

﴿۱۱﴾ غیر مسلم حلیفوں پر واجب ہوگا کہ وہ مملکت کے خلاف ہر قسم کی سرکشی اور بغاوت کو کچلنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کریں۔

﴿۱۲﴾ اگر غیر مسلموں کو ظلم کا نشانہ بنایا جائے تو مملکت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اسی طرح ان کی امداد کرے جس طرح ہر مظلوم مسلمان کی امداد کی جاتی ہے۔

﴿۱۳﴾ مملکت کے دشمنوں اور ان کے مددگاروں کی حمایت نہ کرنا، مسلمانوں اور ان کے غیر مسلم حلیفوں پر واجب ہے۔

﴿۱۴﴾ جب امت کی بھلائی صلح میں ہوتو مسلمانوں اور غیر مسلم حلیفوں پر واجب ہے کہ وہ سب کے سب صلح قبول کرلیں۔

﴿۱۵﴾ کسی فرد سے کسی دوسرے کے گناہ کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور نہ کسی شخص سے صرف اس کی ذات یا خاندان کے بارے میں تاوان لیا جائے گا۔

﴿۱۶﴾ حدود مملکت کے اندر اور باہر نقل وحرکت کی آزادی مملکت کی حمایت کے ساتھ مشروط ہوگی۔

﴿۱۷﴾ کسی گناہ گار اور ظالم کی حمایت نہیں کی جائے گی۔

﴿۱۸﴾ ہیئت اجتماعیہ کی بنیاد نیکی اور تقویٰ پر قائم ہوگی۔ نہ کہ گناہ اور ظلم وزیادتی پر۔

﴿۱۹﴾ ان مبادیات کا تحفظ یہ دو طاقتیں کریں گی......!

﴿ا﴾ **قوتِ معنویہ:** یہ عبارت ہے اس سے کہ ہیئت اجتماعیہ کا اللہ پر غیر متزلزل ایمان ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر نیکوکار اور وفا شعار کا محافظ ونگہبان ہے۔

﴿ب﴾ **قوتِ مادیہ:** یہ مملکت کی سربراہی ہے جو حضرت محمد ﷺ کی ذات میں مرکوز ہے۔(۳۰)

چند قابلِ توجہ دفعات

''میثاقِ مدینہ'' کی چند دفعات ذیل میں درج نکات کی رو سے قابلِ توجہ ہیں!

- فریق اول کا امن غیر منقسم قرار دیا گیا تھا، یعنی یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ مسلمانوں کے ایک حصے سے دشمنی ہو اور دوسرے کے ساتھ دوستی، مسلمان ملت واحدہ قرار دیئے گئے۔(۳۱)
- جنگ شروع ہونے کے بعد فریق ثانی علیحدہ صلح کرنے کا مجاز نہ تھا، یعنی مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونے کے بعد فریق ثانی کو دشمن کے ساتھ صلح کرنے کی اجازت نہ

تھی۔(۴۲)

- فریق ثانی قریش مکہ کی جانب سے کسی معاملے میں دخل نہ دے سکتے تھے۔(۴۳)
- فریق ثانی کے کسی بات میں اختلاف ہونے کی صورت میں معاملہ اللہ (قانون الٰہی) اور محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔(۴۴) یہاں بھی حاکمیت اللہ کے قانون اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں رکھی گئی۔

یہ دفعات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ حکومت کے سربراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حزب اقتدار مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ فریق ثانی حکومت میں صرف اس قدر مشتمل تھا جہاں تک وہ قانون الٰہی پر کاربند رہتے تھے۔(۴۵)

ریاستِ مدینہ کی تشکیل میں ''میثاقِ مدینہ'' کا سیاسی اور انتظامی کردار

انگریز مصنف اور سیرت نگار جان بیگٹ المعروف جنرل گلب پاشا

(John Bagot. Globb Pasha/ The Life and Timese of Muhammad) میں ریاست مدینہ کی تشکیل و تاسیس میں ''میثاق مدینہ'' کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

> مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی معاہدے کے اقتباسات اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح مدینے آتے ہی پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی مقامی سیاست، انتظام مملکت اور انصاف کے معاملات میں گھر گئی تھی۔ ایک قائل سربراہ کے لئے جس کی اپنی جماعت روبہ ترقی ہو اور اس کے ارکان میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہو، یہ بات ناگزیر ہو جاتی ہے کہ وہ ان امور پر توجہ دے جو معاشرت، معیشت اور انصاف کے لئے ضروری ہیں۔

مزید رقم طراز ہے!

> یہاں سے آپ ﷺ کی زندگی میں یکسر تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، آپ کی رسم و راہ بدلنے لگتی ہے۔ ہر طریقے سے ستایا جانا والا آدمی دیکھتے ہی دیکھتے ایک

سیاست دان اور حکمران میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلی اس وقت حقیقی
تبدیلی سے زیادہ ظاہری تبدیلی تھی، آپ ﷺ نے بہت پہلے ہی غالباً یہ
اندازہ لگالیا ہو کہ آپ ﷺ کا مشن ایک دن آپ ﷺ کا رخ سیاست کی
طرف موڑ دے گا۔(۳۶)

ایک نئی ریاست کی تاسیس وتشکیل کے سلسلے میں "میثاق مدینہ" کو بڑی اہم اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سن ۱ھ میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لائے تو بہت سے مسائل کی طرف فوری توجہ دی مثلاً ......

﴿۱﴾ اہل اسلام کو یک جا اور متحد کرنے کا مسئلہ،

﴿۲﴾ مسلمانوں کی روحانی ومعاشرتی اصلاح وتربیت کا مسئلہ،

﴿۳﴾ مدینے میں بسنے والے مختلف گروہوں کے باہمی تعلقات کو استوار کیا، خاص طور پر مدینے میں یہودیوں کے دس اور اوس وخزرج کے بارہ قبائل آباد تھے۔

اوس وخزرج میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی، یہ لوگ اسلام کی آمد سے پہلے باہم ایک خونریز جنگ میں مبتلا رہ چکے تھے، جسے جنگ بعاث کہا جاتا ہے۔

میثاق مدینہ نے اوس وخزرج کو باہم شیر وشکر بنا دیا۔

﴿۴﴾ شہر کی سیاسی تنظیم اور اس کے تحفظ ودفاع کا انتظام۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت نبوی سے ان تمام مسائل کو پوری کامیابی سے اس طرح حل کیا!

﴿۱﴾ اہلِ اسلام کو رنگ ونسل کے امتیازات سے بالاتر کر کے انہیں رشتۂ اخوت میں منسلک کیا اور ایسی نئی ملت تیار کی جو خالص دینی اور انسانی اقدار پر مبنی تھی۔ اسے ایک خدا، ایک رسول، ایک قبیلہ اور ایک ہی مقصد زندگی سے وابستہ کر دیا۔

﴿۲﴾ مسلمانوں کی روحانی ومعاشرتی تربیت واصلاح اور ان میں مرکزیت پیدا کرنے کے لئے مسجد نبوی تعمیر کی اور اسے اہل اسلام کی روحانی، سماجی، تعلیمی وعدالتی سرگرمیوں کا مرکز ومحور قرار دیا۔

﴿۳-۴﴾ مدینے میں بسنے والے مختلف گروہوں کے باہمی تعلقات اور حقوق وفرائض کو متعین ومنضبط کیا، اس شہر کی سیاسی تنظیم اور تحفظ و دفاع کے لئے ایک ایسا معاہدہ کیا جسے ''میثاق مدینہ'' کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس معاہدے کی اہمیت کے پیش نظر اسے قلمبند کرا کر محفوظ کرلیا۔ اس ''میثاق'' کے لئے آپ ﷺ نے ''کتاب'' اور ''صحیفے'' کے الفاظ استعمال فرمائے، جس سے اس دستاویز کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔(۳۷)

عرب میں عام طور پر اور مدینے میں خاص طور پر جو مرکز گریزی تھی، اس کا علاج تنظیم پسند اور وحدت خواہ نبی ﷺ نے یہ تجویز کیا کہ ''ایک حکمراں ایک قانون''

''میثاق مدینہ'' نے ایک نہایت اہم اور عرب کے لئے انقلابی اصلاح وترقی یہ دی کہ لوگ اپنے حقوق اپنی یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کی مدد سے حاصل کرنے کی جگہ انصاف رسانی کو ایک مرکزی اور پبلک ادارہ بنادیں۔ یہ عہد آفریں کارنامہ اسی دستاویز میں رکارڈ میں لایا گیا ہے۔ جس نے قبائلیت کی افراتفری کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا اور ایک وسیع تر ادارے یعنی مملکت کی بنیاد ڈالی، اس دستاویز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالتی، تشریعی، فوجی اور تنفیذی اعلیٰ ترین اختیارات اپنے لئے محفوظ فرمالئے، لیکن ایک نہایت اہم اور قابل ذکر فرق اس اقتدار اور دیگر ممالک کے مستبدانہ شاہی اقتدار میں یہ تھا کہ یہاں مادیت کو دخل نہ تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست میں اخلاقی عناصر داخل کئے۔ اصل سرچشمۂ اقتدار خدا کو قرار دیا تو اپنی ذات کو اس کا رسول اور نائب اور ساتھ ہی امت کے لئے لائے ہوئے احکام اپنی ذات پر بھی مساوی طور پر واجب التعمیل قرار دیئے اور عہد نبوی میں ذات اقدس ﷺ کے خلاف دیوانی اور تارٹ (ضمان) کے جو مقدمات دائر ہوئے، ان نظائر کی موجودگی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے "King Can Do Not Wrong" حکمراں کسی فعل ناجائز کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا کے نظریئے کو مسترد کردیا اور جب مملکت کا قوی ترین شخص قانون کی خلاف ورزی پر عدالتی دار وگیر سے محفوظ نہ رہ سکے تو دیگر عہدیدار اور عام لوگ بھی تعمیل زیادہ توجہ کے ساتھ کریں گے۔(۳۸)

پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ ریاست مدینہ کی تشکیل میں میثاق مدینہ کی اہمیت اور رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی فہم وفراست کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

ایک چھوٹی سی بستی کو جو بیس ایک محلوں پر مشتمل تھی، شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا اور اس کی قلیل لیکن بوقلموں اور کثیر الاجناس آبادی کو ایک لچک دار اور قابل عمل دستور کے ماتحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا اور ان کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک سیاسی نظام قائم کر کے چلایا گیا جو بعد میں ایشیاء، یورپ، افریقہ کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست شہنشاہیت کا بلاکسی دقت کے صدر مقام بھی بن گیا۔ (۳۹)

مستشرق ٹور اینڈری Tor Andrae ''میثاق مدینہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

> مدینے کی امت کے قوانین کسی دینی حکومت کے دستور کی وہ پہلی دستاویز ہیں
> جس نے بتدریج اسلام کو ایک عالمی مملکت اور عالمی دین بنا دیا۔ (۴۰)

عراق کے معروف مستشرق اور واشنگٹن یونیورسٹی شعبہ اورینٹل اسٹڈیز کے سابق ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ ڈاکٹر مجید خدوری لکھتے ہیں!

اس دستاویز کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض حلیفی اور اتحاد کا پیمان نہ تھی بلکہ اس کی حیثیت زیادہ وسیع تھی، پہلے حصے سے محض یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ قبائل کے درمیان مصالحت کی سعی ہے، یہ ایک میثاق ہے جس کے ذریعہ سے مدینہ منورہ کے عرب قبائل کی باہم رقابتیں مٹا کر مختلف عناصر کو متحد کر کے ایک ایسی قوم بنانا منظور تھا جو سب سے منفرد اور ممتاز ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ قبائل کے درمیان ڈھیلا ڈھالا اتحاد نہیں بلکہ اس اسلامی حکومت کا دستور ہے جو ابھی تعمیر کے مرحلے میں تھی، اس کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے نظام کے اندر ''تنگ نظرانہ قبائلی وابستگیوں کو تحلیل کر کے نئے مذہب اور نئی حکومت کو توجہ کا مرکز بنا دیا۔

معاہدے کا دوسرا حصہ عرب قبائل اور یہودیوں کے درمیان اتحاد سے متعلق ہے، ہر یہودی قبیلہ مومنوں کے ساتھ مل کر ایک قوم قرار پایا لیکن یہودی قبائل بجائے خود ایک قوم نہ رہے۔ معاہدے کے اس حصہ کی حقیقی حیثیت مظہر ہے کہ یہ ایک قسم کا وفاق تھا جو عربوں اور یہودیوں کے درمیان قائم کیا گیا تھا۔ حکومت مدینہ کو اس وفاق میں سرکردگی کی نمایاں حیثیت

حاصل تھی۔اس اتحاد کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام عناصر وفاق میں بحیثیت مجموعی تعلقات خوشگوار رہے اور صرف ایک یہودی قبیلہ مسلمانوں سے برسرپیکار تھا''۔(۴۱)

ریاست مدینہ کی تشکیل وتاسیس میں میثاق مدینہ کی اہمیت اور اسے پیغمبر اسلام ﷺ کی سیاست کا اعجاز قرار دیتے ہوئے انگریز مصنف ہیل Hell لکھتا ہے!

''ایک عرب باشندے کو پہلے اپنے خاندان یا سرپرست کے علاوہ کسی اور کی پناہ یا تحفظ حاصل نہ تھا،لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک جنبش اپنے آپ کو اس دائرے سے نکال لیا اوراس قدیم جاہلی تصور سے بھی نجات پالی جس کے زیراثر اہل مکہ ان کے خلاف جبر وتشدد کی انتہائی پالیسی اختیار کرنے سے ہچکچاتے رہے اوراس طرح انہوں نے اپنے قدیم رشتوں کو معطل کر دیا،قدیم خلیجوں کو پاٹ دیا اور ہر مسلمان کو پوری امت مسلمہ کا اجتماعی تحفظ عطا کیا۔''

ہیل کے الفاظ ملاحظہ ہوں!

"Hither to the individual Arab had no ot her protection than that of his family or that of his patron. Muhammad rid himself, at one stroke, of the old Arab conception which had kept the Mekkans themself back from adopting a darastic policy of supression & repression against him. And with it he dissolved the old ties, broke down old barriers; and placed every Muslim under the protection of the entire community of the faithful."(42)

ول ہاؤزن Well Hausen لکھتا ہے!

The first Arabic community with sovereign power was established by Muhammad (peace be upon himﷺ) in the city of Madina, not on the bases of

blood which naturally tends to diversity but upon
that of religion binding on all.(43)

مکمل حاکمانہ اختیارات کے ساتھ پہلا عربی معاشرہ حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں شہر مدینہ میں قائم ہوا لیکن خون کی بنیاد پر نہیں جولامحالہ اختلافات کو جنم دیتا ہے، بلکہ دین کی بنیاد پر، جس کا اطلاق ہر فرد پر یکساں طور پر ہوتا ہے۔

''میثاقِ مدینہ'' کی سیاسی، دفاعی اور قانونی اہمیت

اس تاریخی واقعیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہود اپنے علم وفن اور ذہانت وفراست کے لئے بجاطور پر شہرت رکھتے تھے، لیکن صدیوں کی منافقت اور سرکشی نے انہیں حددرجہ عیار اور مکار بنادیا تھا۔ کیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز نہیں کہ یہود نے اپنے خصائص کے باوصف اس معاہدے ''میثاق مدینہ'' کو اپنی مرضی سے قبول کرلیا اور اس وقت قبول کیا جب مسلمان انتہائی کسمپرسی کی حالت میں تھے اور اس معاہدے میں رسول اکرم ﷺ کی حیثیت اللہ تعالی کے سچے نبی حکمراں اور حکم کی تھی اور مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت ثانوی تھی۔ علاوہ بریں اس عہدنامے کی رو سے نہ صرف یہ کہ مدینے میں اسلامی ریاست معرض وجود میں آگئی بلکہ یہود اور دیگر معاہد اقوام نے بھی اسے تسلیم کرلیا۔

بلاشبہ...... یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سیاسی کامیابی تھی، مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہود اور مشرک قبائل نے اس معاہدے پر دستخط کرکے مسلمانوں کو مومن، اور بت پرست قبائل نے اپنے آپ کو مشرک تسلیم کرلیا۔(۴۴)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں!

> یہ معاہدہ اس عہد کی قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا ایک مکمل نمونہ ہے، اس کی اہمیت اسلامی مؤرخوں سے کہیں زیادہ یورپی عیسائیوں نے محسوس کی۔(۴۵)

ولہاوزن، میور، گریملے، اسپرنگر، وینسنک، کائتانی، بول وغیرہ کے علاوہ ایک جرمن

مورخ رانکے Ranke نے مختصر تاریخ عالم لکھتے ہوئے بھی اس دستاویز کا ذکر کرنا ضروری خیال کیا ہے۔(۴۶)

''میثاق مدینہ'' کا غائرنظر سے مطالعہ کرنے کے بعد اس معاہدے کی تاریخی، سیاسی اور قانونی اہمیت وعظمت کے بارے میں جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں!

﴿۱﴾ میثاق مدینہ کی بدولت مدینے کی شہری ریاست کا آغاز ہوا اور رسول اکرم ﷺ مخالفین ولواحقین دونوں کی طرف سے اس ریاست کے سربراہ تسلیم کرلئے گئے اور اس طرح آپ ﷺ ایک بین الاقوامی معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف ہوگئے۔

﴿۲﴾ اس معاہدے کی بدولت بقول سر ولیم میور، آپ ﷺ نے ایک عظیم مدبر حکومت اور سیاست دان کی طرح مختلف الخیال اور مختلف باہم منتشر لوگوں کو متحد اور یکجا کرنے کا کام بڑی مہارت سے سرانجام دیا، آپ ﷺ ایک ایسی ریاست اور ایک ایسے معاشرے کا آغاز کرنے میں کامیاب ہوگئے جو بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔(۴۷)

﴿۳﴾ اس میثاق کی بدولت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالتی، تشریعی، فوجی اور تنفیذی اختیارات اپنے اور اہل اسلام کے لئے محفوظ کرلئے۔

﴿۴﴾ آنحضرت ﷺ نے سیاست میں اخلاقی عناصر کو داخل کیا، اصل سرچشمہ اقتدار اللہ تعالٰی کو قرار دیا اور خود اللہ تعالٰی کے نائب کی حیثیت اختیار کی۔

﴿۵﴾ شہریت، تنظیم حکومت، سیاسی رواداری، فراست اور اسلامی حکمت عملی کا عمدہ اظہار بھی اسی معاہدے کے ذریعہ ہوا۔

﴿۶﴾ اسی معاہدے کی بدولت مذہبی آزادی کا اصول وضع ہوا، نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد وتعاون ہوسکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی۔

﴿۷﴾ اسی معاہدے نے اہل اسلام کے باہمی حقوق وفرائض اور جملہ شہریوں کے آپس میں تعلقات اور حقوق وفرائض کا تعین کیا۔

﴿۸﴾ اسی معاہدے نے ظلم، ناانصافی، عدم مساوات اور ایسی ہی دیگر خرابیوں کا سدباب

کیا۔ عربوں کے قتل کا بدلہ لینے کا قدیم انفرادی طریقہ ختم کر کے اسے اجتماعی فریضہ قرار دیا۔ کمزوروں، ناداروں، اور مظلوموں کی دادرسی کا پورا پورا اہتمام بھی اسی معاہدے کی رو سے ہوا۔

﴿۹﴾ حالت امن اور حالت جنگ کا لائحہ عمل مرتب ہوا۔

﴿۱۰﴾ میثاق مدینہ قریش کے خلاف ایک مشترکہ اتحاد بن گیا اور دشمنان اسلام کا داخلہ مدینے میں بند کر دیا گیا۔

﴿۱۱﴾ مدینے کو حرم قرار دیا گیا، یوں اس نئی شہری ریاست کی حرمت قائم ہوئی۔

﴿۱۲﴾ اس کے داخلی امن اور تحفظ و دفاع کا خاطر خواہ انتظام ہوا۔

﴿۱۳﴾ قبائل کی باہمی خانہ جنگی کا انسداد بھی میثاق مدینہ کی بدولت ہوا۔

﴿۱۴﴾ میثاق مدینہ نے اہلِ اسلام کے بڑے دشمن، مشرکین مکہ اور دوسرے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے سے روک دیا۔

﴿۱۵﴾ اسی معاہدے نے شہریوں کے اندر قانون، اخلاق، مذہب اور انسانی قدروں کے احترام کا بھرپور جذبہ پیدا کیا۔

﴿۱۶﴾ میثاق مدینہ ہی نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو فائق حیثیت دے دی۔

﴿۱۷﴾ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ اسی نظام کی بدولت ایک مضبوط اسلامی ریاست اور صالح معاشرہ معرض وجود میں آیا۔ (۴۸)

''میثاق مدینہ'' کے دو حصے ہیں۔ شق ۱ تا ۲۳ میں مہاجرین اور انصار کی وحدتوں کا ذکر ہے اور شق ۲۴ تا ۴۷ میں ان قواعد کا ذکر ہے جو مضافات مدینہ میں بسنے والے حلیف یہودی قبائل اور آبادیوں سے متعلق تھے۔

ان ہر دو حصوں کے قانونی (عدالتی) فقرات کی تحلیل یہاں بے محل نہ ہوگی:

۞...... حسب سابق ہر قبیلہ انصار اپنے افراد کے مالی مواخذہ جات کا اجتماعی طور سے ذمہ دار ہوگا۔ اگر کوئی فرد دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو تو اس قیدی کے قبیلے کے تمام افراد بل

کر فدیہ ادا کریں گے۔(۴۹)

- اس سلسلے میں انصار کے قبائل تو متعین تھے، لیکن مہاجرین مکہ سب مل کر ایک قبیلہ تصور کئے جائیں گے۔(۵۰)
- انصاف رسانی متضرر کے ہاتھوں میں نہیں رہے گی، بلکہ وہ پوری مسلم جماعت کا فریضہ سمجھی جائے گی اور اس میں کسی رشتہ داری اور قرابت کے باعث پاس ولحاظ نہیں کیا جائے گا۔(۵۱)
- کسی قاتل یا مجرم کو کوئی شخص پناہ نہیں دے سکے گا۔(۵۲)
- کسی مسلمان کا قتل عمد سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔البتہ مقتول کے ورثاء مسلمان ہوں تو وہ قاتل کے مسلمان ہونے کی صورت میں قصاص کا مطالبہ نہ کریں گے۔(۵۳)
- ہر قسم کے تنازعہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔(۵۴)
- اسی طرح یہودیوں سے متعلق جو دفعات ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ!
- فدیہ، دیت، ولاء اور جوار کے ادارے حسب سابق برقرار رہیں گے۔(۵۵)
- مگر کوئی شخص قریش اور ان کے مددگاروں کو اپنے جوار یعنی پناہ میں لینے کا مجاز نہ ہوگا۔(۵۶)
- عدل گستری ایک مفاد عامہ کا معاملہ ہے اور کوئی شخص خود اپنے رشتے داروں کی بھی پاسداری نہ کر سکے گا۔(۵۷)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے تنازعات میں آخری فیصلہ کریں گے۔(۵۸)

اس طرح انفرادی انتقام جوئی کی جگہ مرکزی عدل گستری کا ادارہ وجود میں آ گیا اور یہ اختیار افراد ہی نہیں قبائل سے بھی چھین کر حکمران وقت (رسول اللہ ﷺ) کے سپرد کیا گیا جو تفتیش اور غیر جانبداری کے پابند تھے۔(۵۹)

سیاسی، عسکری اور دفاعی فوائد و ثمرات

''میثاقِ مدینہ'' پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال سیاسی بصیرت، دفاعی حکمت عملی، دوراندیشی اور قیادت و سیادت کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ جس کی بدولت مسلمانوں کو سیاسی، عسکری اور دفاعی نوعیت کے مندرجہ ذیل اہم فوائد حاصل ہوئے!

﴿۱﴾ اسلامی مملکت (ریاستِ مدینہ) کو ایک مضبوط اساس فراہم ہوگئی، جسے داخلی اور خارجی دشمنوں کی سازشیں اور کوششیں متزلزل نہ کرسکیں اور......

﴿۲﴾ اسے یہود اور دیگر غیر مسلم قبائل نے تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ اس کے حلیف بن گئے اور اس کے دفاع کی مشترکہ ذمہ داری بھی قبول کرلی۔

﴿۳﴾ مسلمانوں کو دینی، قومی اور سیاسی تشخص حاصل ہوگیا اور اسے تسلیم بھی کرلیا گیا جس نے تحریکِ اسلام کی کامیابی کی راہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

﴿۴﴾ مسلمانوں کو مدینے میں سیاسی اعتبار سے بالخصوص مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی، جس کی بناء پر وہ پہلے یثرب میں اور پھر سارے عرب میں دینی، یعنی مذہبی، سیاسی، معاشی، اور ثقافتی انقلاب لانے میں کامیاب ہوگئے۔

﴿۵﴾ میثاقِ مدینہ قریش کی کوششوں میں اس طرح حائل ہوا کہ ابتدائی دور میں جو ازحد خطرناک تھا وہ مدینے میں کسی کو اپنا حلیف بنانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ نیز جب انہوں نے مدینے پر بھرپور حملہ کیا تو اپنے سیاسی و مذہبی اثر و رسوخ کے باوجود کسی یہودی یا اپنے ہم مذہب قبیلے کو پیچھے سے مدینے پر حملہ کرنے پر آمادہ نہ کرسکے، جنگِ احد میں قریش کی ناکامی کا بھی یہ ایک اہم سبب تھا۔

﴿۶﴾ میثاقِ مدینہ کی دفاعی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے جب قریش کو مرعوب کرنے اور بساطِ اقتصادیات پر ان کو زچ کرنے کی خاطر عسکری مہمات کا آغاز کیا تو مدینے کے کسی قبیلے نے نہ تو اعتراض کیا اور نہ ہی مداخلت کی۔

﴿۷﴾ میثاق مدینہ نے اسلامی مملکت کے لئے حصار کا کام دیا، نیز اس سے مسلمانوں کو حلیف قبائل میں تبلیغ اسلام کا کام کرنے اور انہیں اسلام کے عقائد وتعلیمات سے روشناس کرانے اور شرک و بت پرستی کے نقصانات سے متنبہ کرنے کے بہتیرے مواقع حاصل ہوگئے۔(۶۰)

میثاقِ مدینہ...... عالمگیر اسلامی مملکت کی اساس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست خارجہ اور داخلہ پالیسیوں کے حوالے سے میثاق مدینہ کے سیاسی اثرات اور مثالی مملکت کے قیام میں اس کے متاثر کن کردار پر ڈاکٹر حمید اللہ کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے!

''ایک شخص جسے اپنے وطن میں جان کے لالے پڑے ہوں، صرف ایک رفیق کے ساتھ غاروں میں چھپتا، نامانوس اور دشوار گزار راستوں پر چلتا، سینکڑوں میل دور جاپناہ گزیں ہوا ہو، وہ دس سال بعد جب انتقال کرتا ہے تو دس لاکھ مربع میل سے زیادہ کے علاقے کا حکمراں بن چکا تھا۔

پھر اس علاقے میں جہاں اس سے پہلے کبھی سیاسی مرکزیت آئی ہی نہ ہو، اور ملک قبائلی سطح تمدن سے بلند نہ ہوسکا ہو، اس نراج میں ایک راج قائم کرے اور بغیر کسی نمونے کے ایک باقاعدہ مملکت کی ضرورت کی ہر چیز رائج کرے اور ایک ایسی حکومت قائم کرے جس کا آغاز ایک شہر کے چند محلوں سے ہوا ہو اور جو ۲۷ ہی سال میں دنیا کی دو عظیم سلطنتوں سے مقابلہ کرکے اور بیسیوں دیگر سلطنتوں کو شکست دے کر ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے تین براعظموں پر پھیل جائے۔

اس سیاست کا مطالعہ صرف ایک عظمت ماضیہ کا مطالعہ نہیں بلکہ ایک ایسی شخصیت کے کارناموں کا مطالعہ ہے جس کے ہر قول وفعل کو اب بھی دنیا کی چوتھائی آبادی اپنا قانون اور اپنے لئے اسوۂ حسنہ سمجھتی ہے''۔(۶۱)

میثاق مدینہ کو یثرب کے کلی تناظر میں دیکھا جائے تو اس کی یہ اہم خصوصیت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اس کی رو سے یثرب کی حکومت نا آشنا سرزمین میں پہلی مرتبہ عدل ومساوات

کے اصولوں پر منظم اور منضبط مملکت معرض وجود میں آئی اور لوگوں کو شہری اور معاشرتی امن وسلامتی کی نعمت غیر مترقبہ میسر آ گئی۔

اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مکے کے برعکس یثرب (مدینہ منورہ) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ مکہ مدت سے ایک شہری ریاست تھا جس میں قریش کی حکومت تھی اور اس حکومت کے پچیس کے قریب شعبے تھے۔ لیکن مدینے میں عرب (اوس وخزرج) اور یہود دونوں بالترتیب بارہ اور دس قبیلوں میں منقسم تھے، اور ہر قبیلہ اپنے رسم ورواج کے مطابق اپنے امور مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔

تاریخی حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو تضادات وانتشار کی اس سرزمین میں ایک منظم و منضبط مرکزی حکومت کا قیام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم وعہد آفرین کارنامہ ہے۔ اس مملکت کی اساس چونکہ اسلامی اصولوں پر استوار تھی لہذا یہ امن وسلامتی کا گہوارہ تھی اور اس میں غیر مسلموں کے لئے بڑی کشش پائی جاتی تھی۔ (۶۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت، قائدانہ صلاحیت اور تدبر وفراست کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والے دستور "میثاق مدینہ" کے سیاسی اثرات اور بعدازاں اس کے نتیجے میں وجود پذیر ہونے والی مثالی مملکت مدینہ کے متعلق مغرب کا دانشور اے۔ جے آربری (A.J. Arberry) اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتا ہے!

> When he (Muhammad ﷺ) died in 634, Islam was secure as the paramaunt religion and political system of all arabia.(63)
>
> جب ۶۳۴ (۶۴) میں حضرت محمد ﷺ کا وصال ہوا اس وقت اسلام پورے خطہ عرب میں ایک غالب دین اور سیاسی نظام کے طور پر مستحکم ہو چکا تھا۔

۞

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سہیلی/الروض الانف ۱/۱۱۱، ۱۱۲، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، قاہرہ،

۲۔ Michael H.Hart/"The 100" new york. 1978

۳۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویۃ ۱/۱۱۹، دارالفکر، بیروت،

۴۔ سہیلی/الروض الانف/۱/۲۰۷، دارالمعرفۃ، بیروت/۱۹۷۸ء،

۵۔ ابن الاثیر الجزری/الکامل فی التاریخ ۲/۴۱، دار صادر بیروت،

۶۔ ابن سعد/الطبقات الکبریٰ ۱/۱۲۸، ۱۲۹، دار صادر بیروت، عمر فروخ/تاریخ الجاھلیہ ص ۱۳۲، دار العلم بیروت، ۱۹۶۴ء

۷۔ ابن سعد/الطبقات الکبریٰ ۱/۱۲۸،

۸۔ سید امیر علی/روح اسلام ص ۸۷/۸۸، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۴ء

۹۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر/پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، ص ۱۹۵، فیروز سنز لاہور،

۱۰۔ قاضی سلیمان منصور پوری/رحمۃ للعالمین ۱/۴۷، دارالاشاعت، کراچی،

۱۱۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر/پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، ص ۱۹۶،

۱۲۔ زرقانی/شرح مواہب اللدنیہ ۱/۲۰۳-۲۰۶، مکتبۃ الاستقامہ قاہرہ، ۱۹۵۴ء

۱۳۔ مولانا حامد انصاری/اسلام کا نظام حکومت، ص ۹۲، ص ۹۳، مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۷ء

۱۴۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر/پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ص ۳۲۷، فیروز سنز لاہور،

۱۵۔ پیر کرم شاہ الازہری/ضیاء النبی ﷺ ۲/۵۴۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۱۵ھ

۱۶۔ ابن ہشام / السیرۃ النبویۃ ۱/۱۱۵، ابن قیم الجوزی / زاد المعاد ۲/۴۵، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۹۷۹ء، زرقانی / شرح مواھب اللدنیہ ۱/۳۱۰،

۱۷۔ ابن سعد/الطبقات ۱/۲۱۹،

۱۸۔ دیکھئے ابن الجوزی (عبدالرحمن) تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر ص ۲۱۶، ادارہ احیاء السنہ گوجرانوالہ، ۱۹۷۵ء، ابن سید الناس/ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر

۱/۱۵۷، دارالمعرفہ بیروت، مولانا محمد ادریس کاندھلوی/ سیرۃ المصطفیٰ ۱/۳۱۸۔۳۲۰، مکتبہ عثمانیہ لاہور ۱۹۹۲ء،

۱۹۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویہ ۱/۱۵۵،

۲۰۔ اسد سلیم شیخ / رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی ص ۸۵، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۲ء

۲۱۔ سہیلی/ روض الأنف، ابن ہشام ۱/۱۷۰،

۲۲۔ مولانا حامد انصاری/ اسلام کا نظام حکومت ص ۹۴،

۲۳۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ اللعالمین ﷺ، ۱/۱۱۰، دارالاشاعت کراچی،

۲۴۔ سید برکات احمد/ رسول اکرم اور یہود حجاز ص ۷۰، مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۹ء

۲۵۔ دیکھئے محمد حمید اللہ/ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۷۶، اردو اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷ء

☆ ایضاً / رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۲۵۵، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء

☆ ایضاً /خطبات بہاولپور ص ۲۳۶، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۹۲ء

۲۶۔ محمد حمید اللہ/خطبات بہاولپور ص ۷۶،

۲۷۔ ایضاً /ص ۸۴،

۲۸۔ محمد رسول اللہ ﷺ/ص ۱۶۵، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور،

۲۹۔ میثاق مدینہ کی جملہ دفعات اور متن کے لئے دیکھئے!

☆ ......ابن ہشام/ السیرۃ النبویۃ ۲/۱۱۹، ۱۲۰،

☆ ......ابن کثیر/ البدایہ والنہایہ ۳/۲۲۴،

☆ ...... ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ الوثائق السیاسیہ فی العہد النبوی ﷺ ص ۱-ص ۷، لجنۃ التالیف والترجمۃ، القاہرہ، ۱۹۴۱ء

سیرت ابن ہشام اور ابو عبید کی ''کتاب الاموال'' میں درج شدہ میثاق مدینہ چھوٹے بڑے ملے جلے فقروں پر مشتمل ہے۔ دورِ جدید کے اکثر اہل علم نے ان فقروں کو دستوری دفعات کی صورت میں بیان کیا ہے۔ ولہاوزن (Well Hausen) نے اس دستاویز کو ۴۷ دفعات پر منقسم کیا ہے۔ اکثر مغربی مفکرین نے اسی تقسیم کو تسلیم کیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے میثاق مدینہ کی ۵۲ دفعات گنوائی ہیں۔ لیکن قارئین کو جو یورپی مآخذ کا مطالعہ بھی کرتے ہیں،

الجھن سے بچانے کے لئے ان دفعات کی تعداد ۴۷ ہی رکھی ہے اور بعض بڑی دفعات کو الف اور ب دو اجزاء پر تقسیم کردیا ہے۔

''میثاق مدینہ'' واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصے میں ۲۳ دفعات ہیں اور دوسرے میں ۲۴، پہلا حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نشاندہی کرتا ہے، جبکہ دوسرا حصہ اہل اسلام، یہود مدینہ اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق و فرائض اور دیگر اہم امور کی وضاحت کرتا ہے (۔(محمد رسول اللہ ﷺ ص ۱۶۲، اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

۳۰۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی/ السیرۃ النبویہ ترجمہ سرور انسانیت، مترجم! نور الٰہی ایڈووکیٹ، مطبوعہ نقوش رسول ﷺ نمبر جلد ۱۲، ص ۴۰۲، ص ۴۰۳، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۵ء

۳۱۔ دیکھئے! الوثائق السیاسیۃ (شق ۱۷) ص ۳،

۳۲۔ ایضاً شق ۲۰۔ب، ص ۴،

۳۳۔ ایضاً ص ۴،

۳۴۔ ایضاً، شق ۲۳، ص ۴،

۳۵۔ محمد رسول اللہ ﷺ ص ۱۶۸، اردو دائرہ معارف اسلامیہ،

۳۶۔ گلپ پاشا/ محمد رسول ﷺ ص ۱۹۸، سٹیزن پبلشرز کراچی،

۳۷۔ محمد رسول اللہ ﷺ ص ۱۶۱، ص ۱۶۲، اردو دائرہ معارف اسلامیہ،

۳۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۸۲، ۸۳، نیز دیکھئے! محمد حمید اللہ/ خطبات بہاولپور ص ۳۴۲،

۳۹۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۹۹،

۴۰۔ Tor Andrae/ Muhammad the man and his faith, new york. 1960, P-136

۴۱۔ مجید خدوری/ اسلام اور قانون جنگ و صلح (ترجمہ الحرب والسلام فی الاسلام) مترجم غلام رسول ص ۲۹۱، ۲۹۲، مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۵۹ء

۴۲۔ بحوالہ پیر کرم شاہ الازہری/ ضیاء النبی ۳/ ۱۹۹،

۴۳۔ Well Hausen/ The Historians History of the world vol viii, P-291.

۴۴۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر/ پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ ص ۴۱۵،

۴۵۔ چنانچہ میثاقِ مدینہ کے حوالے سے مشرق و مغرب کے سیرت نگاروں، مورخوں اور تذکرہ نویسوں نے رسول اکرم ﷺ اور یہود مدینہ کے تعلقات کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے مستقل کتابیں لکھیں، جو اس موضوع پر اہم دستاویز اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ''عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی ص ۱۹۶ تا ص ۱۹۸، کسی قدر تفصیل کے ساتھ، سید برکات احمد/ رسول اکرم ﷺ اور یہود و حجاز ص ۱۷، ص ۱۸، مقالہ نگار محمد رسول اللہ ﷺ/ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۱۶۰، ص ۱۶۱، قدیم و جدید مسلم سیرت نگاروں کے علاوہ مشہور جرمن مستشرق وینسنک (A.J. Wensinck) نے اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ کا موضوع ہی پیغمبرِ اسلام اور یہود مدینہ رکھا اور جرمن زبان میں با قاعدہ ایک تحقیقی مقالہ لکھا۔

نیز یہود مدینہ اور رسول اکرم ﷺ کے سیاسی تعلقات اور میثاقِ مدینہ کے حوالے سے انگریزی ماخذ کے لئے دیکھئے! سید برکات احمد/ رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز ۲۰۲-۲۰۷،

۴۶۔ محمد حمید اللہ/ عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی ص ۷۷،

۴۷۔ Syed Ameer Ali/ The spirit of islam, Karachi 1969, P58.

۴۸۔ محمد رسول اللہ ﷺ (مقالہ سیرت النبی ﷺ) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۱۶۷، ص ۱۶۸،

۴۹۔ ملاحظہ ہو! ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ الوثائق السیاسیۃ ص ۲،

۵۰۔ ایضاً حوالہ بالا

۵۱۔ ایضاً ص ۳

۵۲۔ ایضاً ص ۴

۵۳۔ ایضاً ص ۳

۵۴۔ ایضاً ص ۴

۵۵۔ ایضاً ص ۳، ۴، ۵، ۶

۵۶۔ ایضاً ص ۶

۵۷۔ ایضاً ص ۵

۵۸۔ ایضاً ص ۶

۵۹۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۱۵۵، نیز الوثائق السیاسیہ ص ۶،

۶۰۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر/ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ص ۴۱۳، ص ۴۱۴،

۶۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۲۳۴،

۶۲۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر/ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ص ۴۱۵،

۶۳۔ A.J. Arberry/ Aspects of islamic civilization London. 1964. P-11

۶۴۔ اے۔ جے آربری کا یہ تاریخی بیان کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ۶۳۴ء میں ہوا، غلط ہے۔ آپ ﷺ کا وصال ۶۳۲ عیسوی میں ہوا۔